اس کے تقاضوں کو پورا کرنا کافی محسوس ہوتا رہا۔ مگر ساتھ ہی اپنی توجہات کو سمیٹ کر ایک مرکز پہ مجتمع رکھنے کے لئے اوراد و وظائف کی تشنگی محسوس ہوتی۔ اس مقصد کے لئے جب مختلف حضرات کی طرف نظر دوڑاتا تو اقامتِ دین کے بنیادی تقاضوں سے ان کی غفلت ان کی ساری وقعت گھٹا دیتی اس کشمکش میں مدت ہوئی مبتلا ہوں بعض دوستوں سے اپنی اس حالت کا ذکر بھی کر چکا ہوں۔ بالآخر طبیعت کا رجحان اس طرف ہوا کہ اس معاملہ میں بھی آپ ہی کی طرف رجوع کروں۔

میری درخواست ہے کہ اذکار و اورادِ مسنونہ میں سے کچھ ایسی چیز یا چیزیں میرے لئے تجویز فرما دیں۔ جو

(۱) میری طبیعت سے مناسبت رکھتی ہوں اور

(۲) جن سے پندرہ بیس پچیس منٹ صرف کر کے اپنی توجہات کو سمیٹنے میں مدد لیا کروں۔ مجھے پوری توقع ہے کہ اس معاملہ میں بھی رہنمائی کریں گے۔

جواب:۔ ذکر کے معاملے میں دو باتیں پیشِ نظر رہنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ ذکر تکلف نہ ہونا چاہیئے بلکہ دلی رغبت اور شوق کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ ذکر کا انتخاب اپنے دلی ذوق کی بنا پر کرنا چاہیئے۔ ذکر وہ کیجئے جس سے خود اپنی رُوح کی مناسبت آپ کو محسوس ہو، اور اس وقت کیجئے جب پوری توجہ اور رغبت کے ساتھ آپ کر سکیں۔ ان دو باتوں کو ذہن میں رکھ کر آپ مشکوٰۃ میں سے تین مقامات کو بغور پڑھیں۔ کتاب الصلوٰۃ میں سے باب الذکر بعد الصلوٰۃ اور باب صلوٰۃ اللیل، باب القصد فی العمل اور کتاب الدعوات پوری۔ ان حصّوں میں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و دعا کس طرح فرماتے تھے اور دوسروں کو آپ نے کیا کیا چیزیں اس سلسلہ میں بتائی ہیں۔ ان میں سے جو جو چیزیں بھی آپ کے دل کو لگیں ان کا انتخاب کر لیجئے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاطمہؓ کی رنجیدگی

سوال:۔ ایک شیعہ عالم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت صدیق اکبرؓ سے نادم

مگر ناراض رہیں اور انہیں بد دعا دیتی رہیں۔ انہوں نے اس امر کے ثبوت میں الامامۃ والسیاسۃ کے حوالے دیتے ہیں جو ابن قتیبہ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابن قتیبہ کو سنی علما مستند مانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مولانا شبلی کی الفاروق میں سے ایک عبارت دکھائی ہے جس میں اس مصنف کو نامور اور قابلِ اعتماد قرار دیا گیا ہے۔ نیز شیعہ عالم نے یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ آپ نے بھی اپنے رسالہ "اسلامی دستور کی تدوین" میں الامامۃ والسیاسۃ میں سے ایک خط نقل کیا ہے جو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو لکھا تھا۔ براہِ کرم حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کی حقیقت واضح کریں۔ نیز اس امر سے بھی مطلع کریں کہ ابن قتیبہ کی کتاب کا علمی پایہ کیا ہے اور وہ کس حد تک قابلِ اعتبار ہے۔

جواب :- ابن قتیبہ تو بلا شبہ ایک محقق شخص تھے لیکن ان کی جس تصنیف کا حوالہ شیعہ عالم نے دیا ہے، اس میں بعض چیزیں ایسی موجود ہیں جو عقلاً قابلِ قبول نہیں ہیں۔ خصوصاً حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ کی سیرت کا جو نقشہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا کھینچا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے بارے عقیدت تو درکنار اچھی رائے کا برقرار رہنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲ کا مضمون آپ خود ملاحظہ فرما لیجیے اور خود ہی رائے قائم کیجیے کہ آیا ایسی روایات قابلِ قبول ہو سکتی ہیں۔ قبول کرنا تو ایک طرف، میں تو اسے اس قابل بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اسے نقل کر کے آپ کے سامنے پیش کروں۔ اسی طرح کی چیزیں دیکھ کر بعض اہلِ علم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ کتاب یا تو ابن قتیبہ کی ہے ہی نہیں یا کم از کم اس میں بعض چیزیں ضرور الحاقی ہیں۔ جس خط کا حوالہ دیا ہے وہ ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں بھی نقل کیا ہے۔ اس لئے میرا انحصار صرف الامامۃ والسیاسۃ پر نہیں ہے۔

مسئلہ خلافت سے قطع نظر جہاں تک حضرت فاطمہؓ کے دعوئے میراث کا تعلق ہے اس کے لئے ابن قتیبہ کی الامامۃ سے رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اس کی تفصیلات تو صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان کتابوں کی مستند روایات سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی

ہے کہ حضرت فاطمہؓ میراث کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تو ضرور ہوئی تھیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے جس بنا پر حضرت فاطمہ کے دعوے کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ان کا ترکہ صدقہ ہے یہ بات ابن قتیبہ کے ہاں بھی مذکور ہے اور کسی جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا نقل کردہ فرمان نبوی صحیح نہ تھا یا حضرت فاطمہؓ کو اس کی صحت سے انکار تھا۔ اب آپ خود غور کر لیجئے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرنا واجب تھا یا اس کو نظر انداز کر کے حضرت فاطمہؓ کی رضا حاصل کرنا ضروری تھا۔ ہم تو اس بات کا بھی تصور نہیں کر سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سننے کے بعد اُسے قبول کرنے کے بجائے حضرت فاطمہ اُس طرح غضبناک ہوئی ہونگی جس طرح غضبناک ہونے کا نقشہ ابن قتیبہ نے کھینچا ہے۔ اگر وہ رنجیدہ ہوئی تھیں اور اس کا انھوں نے کسی شکل میں اظہار بھی کیا تھا۔ تو اس کی زیادہ سے زیادہ بہتر تاویل یہی کی جا سکتی ہے کہ وہ حضورؐ کے ارشاد کو کسی اور معنی میں لیتی ہوں گی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے جو مفہوم اس کا سمجھا تھا۔ اُس سے انھیں اتفاق نہ ہوگا۔ یہ تاویل اس واقعہ کی نہ کی جائے تو پھر اس الزام سے حضرت فاطمۃ الزہرہ کو نہیں بچایا جا سکتا کہ وہ مال کی محبت اتنی زیادہ رکھتی تھیں کہ خود اپنے والد ماجد اور اللہ کے رسول کے قول کی انہوں نے پرواہ نہ کی۔ کیا سیدۃ النساء کے متعلق کوئی مسلمان ایسی بری رائے رکھنے کے لئے تیار ہے؟ خلفائے راشدین اور اہلِ بیت کے باہمی تعلقات کی ایسی تصویر ہمارے لئے آخر کس طرح قابلِ قبول ہو سکتی ہے جو فریقین میں سے کسی کی بھی شان اور عظمت میں اضافے کا موجب نہیں ہو سکتی۔

ہمارے ہاں اس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا حضرت فاطمہ اس واقعہ کے بعد آخر وقت تک ناراض رہیں یا بعد میں راضی ہو گئیں۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ان کی رنجش آخری وقت تک رہی اور بعض میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بعد میں خود ان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور انہیں راضی کر لیا۔ یہی بات میرے لئے قرینِ صواب ہے۔